ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1969

Program: BS Islamic Studies (Spec. Qur'an & Tafsir)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ ــــشعبہ قرآن وتفسیر

کورس: منتخب قرآنی آیات کی تفسیری ادب کی روشنی میں تقابلی مطالعہ (2) (1969)

سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص قرآن وتفسیر)

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ نمبر: 5تا9)

کل نمبر: 100 ــــکامیابی کے نمبر: 50

Reference &For Study —SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعہ اور رہنمائی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ نصابی کتاب کے متعلقہ یونٹس کا مطالعہ کر کے مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور امتحانی مشق اپنے الفاظ اور اپنے اندازِ تحریر میں لکھیں، کیونکہ ہو بہو نقل کی گئی مشق قواعد کے مطابق قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ اس گائیڈ میں تفسیری نکات کو متعلقہ تفاسیر کے مشہور مفاہیم کی روشنی میں اپنے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے؛ کسی تفسیر کی اصل عبارت یا لفظی اقتباس کے لیے نصابی کتاب اور متعلقہ تفسیر سے براہِ راست رجوع کریں۔ جہاں کسی نکتے کی نسبت کسی مخصوص تفسیر سے کی گئی ہے، وہ اس تفسیر کے عمومی منہج اور اس سورت پر اس کے معروف مباحث کا خلاصہ ہے۔ ایک شفاف وضاحت: اس مشق کا سوال نمبر 1 سوالنامے میں امتحانی مشق نمبر 1 کے سوال نمبر 5 ہی کی تکرار ہے، کیونکہ دونوں مشقوں کے یونٹس یونٹ نمبر 5 پر مشترک ہیں؛ یہاں اس کا جواب الگ ترتیب (آیت بہ آیت مطالعہ) سے دوبارہ تحریر کیا گیا ہے تاکہ نظرِ ثانی بھی ہو جائے اور انداز بھی مختلف رہے۔

طریقہ کار: ہر سوال کا جواب تعارف، ذیلی عنوانات کے تحت مفصل بحث، جہاں مناسب ہو تقابلی یا خلاصہ جدول، اور اختتام پر مشتمل ہے، تاکہ طالب علم تقابلی مطالعے کا مقصد—یعنی مختلف مفسرین کے زاویوں کو سمجھ کر اپنا متوازن نکتہ نظر بنانا—حاصل کر سکے۔

سوال نمبر 1

سورۃ القدر کے اہم تفسیری نکات الکوثر فی تفسیر القرآن کی روشنی میں تحریر کیجیے۔(20)

تعارف

سورۃ القدر قرآن مجید کی 97 ویں سورت ہے، اس کی پانچ آیات ہیں اور یہ رمضان المبارک کی سب سے عظیم رات، لیلۃ القدر، کی فضیلت پر نازل ہونے والی سورت ہے۔ "الکوثر فی تفسیر القرآن" استاد محسن علی نجفی کی مفصل اردو تفسیر ہے جس میں قرآن و سنت، اہلِ بیت علیہم السلام سے مروی تفسیری روایات اور عقلی استدلال کو یکجا کیا جاتا ہے۔ امتحانی مشق نمبر 1 میں اسی سورت کے نکات موضوعاتی ترتیب سے بیان کیے گئے تھے؛ یہاں ترتیب بدل کر آیت بہ آیت مطالعہ اختیار کیا گیا ہے تاکہ طالب علم اسی مضمون کو دوسرے زاویے سے بھی دیکھ لے۔ اس مطالعے میں ہر آیت کے پہلے لغوی و ادبی نکات، پھر تفسیری مباحث اور آخر میں عملی حاصل پیش کیا جائے گا۔ یہاں بھی یہ وضاحت ضروری ہے کہ پیش کیے گئے نکات الکوثر کے معروف منہج اور اس سورت پر اس کے عمومی مباحث کا اپنے الفاظ میں خلاصہ ہیں؛ حوالے اور اصل عبارات کے لیے تفسیر کا مطالعہ لازمی ہے۔

آیت 1: انزالِ قرآن اور اس کا پس منظر

پہلی آیت "انا انزلناہ فی لیلۃ القدر" میں تین باتیں خاص توجہ کی مستحق ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے جمع کا صیغہ "انا انزلناہ" استعمال کیا ہے جو اسلوبِ عظمت ہے۔ دوسری یہ کہ نازل ہونے والی چیز کا نام لیے بغیر ضمیر استعمال ہوئی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا ذکر ذہنوں میں اس قدر واضح تھا کہ نام کی ضرورت نہ رہی، اور ساتھ ہی اس ضمیر میں ایک تعظیمی راز بھی ہے کہ قرآن کی حقیقت الفاظ میں سما نہیں سکتی۔ تیسری یہ کہ "لیلۃ القدر" کی ترکیب سورۃ الدخان کی "لیلۃ مبارکۃ" سے ملتی ہے اور سورۃ البقرہ

اسے ماہِ رمضان میں قرار دیتی ہے، یوں تین سورتوں کے ربط سے شبِ قدر کی شناخت مکمل ہوتی ہے۔ الکوثر میں انزال کے مفہوم پر یہ بحث اجاگر کی جاتی ہے کہ قرآن کے نزول کے دو مرتبے ہیں: ایک کلی و دفعی انزال جو اسی مبارک رات سے منسوب ہے، اور دوسرا تدریجی تنزیل جو حالات و واقعات کے مطابق تیئس برس جاری رہا۔ بعض روایات میں پہلے مرتبے کی منزل بیت العزت (آسمانِ دنیا) بتائی گئی ہے۔ اس بحث کا عملی فائدہ یہ ہے کہ طالب علم "انزل" اور "نزل" کے قرآنی استعمالات کا فرق سمجھ کر دیگر آیات کو بھی درست تناظر میں پڑھ سکتا ہے۔

آیت 2: تعظیم کا اسلوب اور قدر کے دو مفاہیم

دوسری آیت "وما ادراک ما لیلۃ القدر" میں سوال انکار کے لیے نہیں بلکہ تعظیم کے لیے ہے، جیسا کہ قرآن میں یہ اسلوب کئی عظیم حقائق کے لیے آیا ہے، مثلاً قیامت کی ہولناکی کے بیان میں۔ اس اسلوب سے قاری کے ذہن میں تجسس اور قدر دونوں پیدا ہوتے ہیں۔ لفظ "قدر" پر الکوثر کی بحث کے دو پہلو اہم ہیں۔ پہلا پہلو تقدیر ہے: یہ وہ رات ہے جس میں ہر حکمت بھرے امر کا فیصلہ ظاہر کیا جاتا ہے، جیسا کہ سورۃ الدخان میں فرمایا گیا کہ اس رات میں ہر پختہ امر کو الگ کر بیان کیا جاتا ہے؛ مفسرین اسے سالانہ تقدیرِ امور کی رات قرار دیتے ہیں۔ دوسرا پہلو منزلت و عظمت ہے: یہ رات اپنے اندر قرآن کے نزول، فرشتوں کے حضور اور عبادت کی غیر معمولی قدر کی وجہ سے تمام راتوں سے بلند ہے۔ دونوں مفاہیم میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ جس رات میں کائنات کے سالانہ فیصلے ہوتے ہوں اور وحی اتری ہو، اس کی عظمت خود بخود ثابت ہے۔ اس نکتے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں ایک لفظ اکثر اپنے تمام مفاہیم کے ساتھ مراد ہوتا ہے اور مفسر کا کام ایک مفہوم کو دوسرے کی قیمت پر رد کرنا نہیں بلکہ ان کا باہمی ربط دکھانا ہے۔

آیت 3: ہزار مہینوں سے افضلیت کی بحث

تیسری آیت "لیلۃ القدر خیر من الف شھر" پر الکوثر کے مباحث میں سے تین نکات نمایاں ہیں۔ پہلا یہ کہ ہزار مہینے تراسی سال چار مہینے بنتے ہیں، یعنی اوسط انسانی عمر سے بھی زیادہ مدت؛ اس سے اس امت پر اللہ کا یہ احسان واضح ہوتا ہے کہ کم عمر کے باوجود اسے ایسی رات عطا ہوئی جس کی ایک شب کی عبادت طویل عمر کی عبادت پر بھاری ہے۔ دوسرا

نکتہ یہ ہے کہ "خیر" کا تقابلی صیغہ تمام خیرات کو سمیٹے ہوئے ہے اور اس میں کوئی استثناء نہیں؛ اس لیے مفسرین نے اس میں ثواب، قبولیتِ دعا، مغفرت، سکینت اور نیک تقدیر کے فیصلوں کو داخل کیا ہے۔ تیسرا نکتہ اس رات کے نزول کے تاریخی پس منظر سے متعلق مشہور روایتی مفہوم ہے کہ پچھلی امتوں کے عابدین کی طویل عمروں کا سن کر صحابہ نے اپنی کم عمروں پر فکرمندی ظاہر کی تو یہ سورت بشارت بن کر آئی — اس قسم کی روایات کو بیان کرتے ہوئے الکوثر کا عام انداز ان کی سند و متن کی روشنی میں درجہ بندی کرنا اور انہیں فضیلت کے باب میں ترغیبی مقام دینا ہے۔ طالب علم کے لیے اس آیت کا سبق یہ ہے کہ اللہ کے ہاں مقدار سے زیادہ قبولیت اور اخلاص کی قدر ہے۔

آیت 4: ملائکہ و روح کے نزول کی تفصیل

چوتھی آیت "تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر" کے مطالعے میں پہلا نکتہ فعل "تنزل" کے تسلسل کا ہے؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اس رات گروہ در گروہ اترتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ فجر تک جاری رہتا ہے۔ دوسرا نکتہ "الروح" کی تعیین ہے: جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں اور فرشتوں کے عام ذکر کے بعد ان کا خصوصی ذکر ان کی فضیلت ظاہر کرتا ہے، جیسا کہ قرآن میں عام کے بعد خاص کا ذکر عام اسلوب ہے۔ تیسرا نکتہ "باذن ربھم" کا ہے جو یہ اصول سکھاتا ہے کہ فرشتے خود مختار نہیں بلکہ ہر کام اپنے رب کے حکم سے انجام دیتے ہیں، اس لیے ان سے امید و واسطہ عبادت کے درجے میں نہیں آ سکتا؛ عبادت صرف اللہ کی ہے۔ چوتھا نکتہ "من کل امر" کا ہے، جس کا مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ وہ ہر اس فیصلے اور سلامتی کے پیغام کے ساتھ اترتے ہیں جو اس سال کے لیے طے ہوا ہے، اور بعض مفسرین نے یہاں ہر نیک امر یعنی خیر و برکت کے نزول کو بھی شامل کیا ہے۔ ان مباحث سے فرشتوں کی کائناتی ذمہ داریوں اور اس رات کی روحانی کیفیت کا ایک مربوط تصور بنتا ہے۔

آیت 5: سلامتی کی رات اور تلاش کا طریقہ

پانچویں آیت "سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر" اس سورت کا اختتامیہ ہے اور الکوثر میں اس کے تین نکات خاصے کیے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ "سلام" کو خبر مقدم کر کے پیش کیا گیا ہے جس سے حصر و کمال کا مفہوم نکلتا ہے، یعنی یہ رات اول تا آخر سلامتی ہی سلامتی ہے؛ اس رات میں قضا و قدر کی سختیاں نرم پڑتی ہیں اور مؤمن کو غیر معمولی سکون نصیب ہوتا

ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ فرشتے اہلِ ایمان کو سلام کرتے ہوئے اترتے ہیں، اس لیے اس رات کا ماحول درحقیقت ملکوتی ضیافت کا ہوتا ہے۔ تیسرا نکتہ عملی ہے: چونکہ رات کی تعیین حتمی طور پر مخفی رکھی گئی ہے، اس لیے الکوثر کی بحث کا حاصل بھی وہی ہے جو جمہور علماء کا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کی جائے، ستائیسویں رات کے بارے میں منقول آثار و اقوال کا احترام کرتے ہوئے بھی باقی طاق راتوں کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہ پالیسی خود عبادت کی ایک تربیت ہے کہ بندہ ایک رات کی رسمی ادائیگی کے بجائے عشرہ بھر کی محنت کا عادی بنے۔

جدول 1: آیت بہ آیت نکات کا خلاصہ — الکوثر کی روشنی میں

آیت	کلیدی لفظ	نمایاں نکتہ
1	انزلناہ	قرآن کا دفعی و تدریجی نزول؛ ضمیر میں تعظیم
2	القدر	تقدیر کے فیصلوں کی رات بھی، عظمت کی رات بھی
3	الف شهر	تراسی برس سے زائد؛ کم عمر امت پر خاص فضل
4	الروح	جبریل علیہ السلام کا خصوصی ذکر؛ سب کچھ اذنِ الٰہی سے
5	سلام	سراپا سلامتی؛ تلاش آخری عشرے کی طاق راتوں میں

اختتام

اختتاماً یہ کہا جاسکتا ہے کہ آیت بہ آیت مطالعے سے سورۃ القدر کے نکات ایک منظم ترتیب میں سامنے آتے ہیں: آغاز نزولِ قرآن سے، درمیان میں رات کی تعظیم اور فضیلت سے، اور انجام فرشتوں کے نزول اور سلامتی کے اعلان سے ہوتا ہے۔ الکوثر فی تفسیر القرآن کی روشنی میں ان نکات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں لغوی دقت، روایات کا جائزہ

اور عقلی ربط تینوں موجود ہیں اور حتمی عملی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ شبِ قدر کی تلاش محض معلوماتی دلچسپی نہیں بلکہ عشرۂ اخیرہ کی مسلسل عبادت، تلاوتِ قرآن، دعا اور اصلاحِ تقدیر کی طلب کا نام ہے۔ جو طالب علم اس سورت کو اس روشنی میں پڑھتا ہے، وہ رمضان کے آخری عشرے کو ایک معمول کے بجائے زندگی کے فیصلہ کن موڑ کے طور پر گزارنے کی تربیت پاتا ہے، اور یہی اس سوال کے جواب کا اصل حاصل ہے۔

سوال نمبر 2

سورۃ التکاثر کے اہم نکات کی وضاحت تفسیر نمونہ کی روشنی میں کیجیے۔ (20)

تعارف

سورۃ التکاثر قرآن مجید کی 102 ویں سورت ہے، مکی ہے اور اس کی آٹھ آیات ہیں۔ اس کا موضوع بہت ہی مختصر الفاظ میں انسان کی اخلاقی کمزوری کی تشخیص ہے جسے "کثرت کی دوڑ" کہا جا سکتا ہے: مال، اولاد، عہدے اور شہرت میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی خواہش انسان کو اللہ اور آخرت سے غافل کر دیتی ہے، حتیٰ کہ یہ غفلت قبر تک ساتھ رہتی ہے۔ اس سوال میں ان نکات کی وضاحت تفسیر نمونہ کی روشنی میں مطلوب ہے۔ تفسیر نمونہ ایران کے معروف مفسر آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی اور ان کے رفقاء کی فارسی تفسیر ہے جس کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے اور جو معاصر تفاسیر میں خاص مقام رکھتی ہے۔ اس تفسیر کی پہچان یہ ہے کہ وہ متن کی سادہ وضاحت کے بعد "نکات" اور "بحث" کے عنوانات سے عصری سوالات، سماجی مسائل اور نوجوان نسل کے شبہات کا جواب دیتی ہے، زبان سلیس رکھتی ہے اور ہر سورت کے آخر میں عملی نتائج اخذ کرتی ہے۔ ذیل میں اسی منہج کی روشنی میں سورۃ التکاثر کے اہم نکات پیش کیے جاتے ہیں؛ یہ خلاصہ اس تفسیر کے معروف اسلوب و مباحث کا اپنے الفاظ میں اختصار ہے۔

الھاکم التکاثر: تکاثر کا مفہوم اور نفسیات

پہلی آیت "الھاکم التکاثر" پر تفسیر نمونہ کا پہلا اہم نکتہ "الھاکم" کے لفظ کی وضاحت ہے؛ لھو وہ مشغلہ ہے جو انسان کو اہم مقصد سے غافل کر دے۔ یعنی قرآن یہ نہیں فرما رہا کہ مال و اولاد خود برے ہیں، بلکہ یہ فرما رہا ہے کہ ان کی کثرت کی ہوس نے تمہیں کھیل بنا لیا ہے اور تم اصل مقصدِ زندگی سے غافل ہو گئے ہو۔ دوسرا نکتہ "تکاثر" کی اصطلاح ہے، جس کا مطلب ہے مقابلے کی بنیاد پر ایک دوسرے سے زیادہ جمع کرنے کی کوشش؛ اس میں فخر اور دکھاوا شامل ہے۔ تفسیر نمونہ اس مقام پر تاریخی پس منظر بھی ذکر کرتی ہے کہ اہلِ مکہ کے قبائل اپنے بزرگوں اور حتیٰ کہ قبروں میں دفن مردوں کی تعداد تک پر فخر کیا کرتے تھے، اور بعض روایات میں یہی شانِ نزول بیان ہوئی ہے، لیکن حکم کا اطلاق ہر دور پر ہوتا ہے۔ تیسرا نکتہ نفسیاتی ہے: یہ تفسیر اس بات پر زور دیتی ہے کہ کثرت کی خواہش کبھی پوری نہیں ہوتی؛ انسان ایک منزل پا کر اگلی کا پیچھا شروع کر دیتا ہے، اس لیے یہ دوڑ قبر تک ختم نہیں ہوتی، اور حدیث کے مفہوم کے مطابق ابنِ آدم کے پاس دو وادیاں مال کی بھی ہوں تو وہ تیسری چاہتا ہے اور اس کا پیٹ مٹی ہی بھرتی ہے۔

حتیٰ زرتم المقابر: دو مفاہیم

دوسری آیت "حتیٰ زرتم المقابر" کے دو مفہوم مفسرین نے ذکر کیے ہیں اور تفسیر نمونہ دونوں کو سامنے رکھتی ہے۔ پہلا مفہوم یہ ہے کہ تم اس دوڑ میں لگے رہے حتیٰ کہ مر کر قبروں میں جا پہنچے؛ یعنی پوری زندگی اسی غفلت میں گزر گئی۔ دوسرا مفہوم تاریخی واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ قبائل فخر کے لیے قبروں تک گئے اور اپنے مردوں کو بھی گنا، لہٰذا یہ آیت ان کے اس عمل پر براہِ راست تنقید ہے۔ نمونہ کی روشنی میں دونوں مفاہیم ایک دوسرے کے خلاف نہیں: دوسرا مفہوم سببِ نزول کا رنگ رکھتا ہے اور پہلا مفہوم آیت کے عام و ابدی پیغام کو ظاہر کرتا ہے۔ اس مقام سے یہ تفسیری اصول بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی آیت کا شانِ نزول اس کے مفہوم کو اس واقعے تک محدود نہیں کر دیتا؛ عبرت عمومِ لفظ سے ہوتی ہے، خصوصِ سبب سے نہیں۔ مزید یہ کہ قبر کو "زیارت گاہ" کہنا بھی ایک نکتہ ہے، کیونکہ زیارت کرنے والا وہاں ہمیشہ نہیں ٹھہرتا؛ دنیا کی طرح قبر بھی ایک مرحلہ ہے، اصل منزل اس کے بعد کی ہے۔

کلاسوف تعلمون: تاکید کی تکرار

تیسری اور چوتھی آیت میں "کلاسوف تعلمون" کی تکرار آئی ہے۔ تفسیر نمونہ اس تکرار کو محض لفظی اعادہ نہیں بلکہ تدریجی اور تاکیدی وعید قرار دیتی ہے۔ "کلا" کا لفظ ردو ممانعت کا ہے، یعنی تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ کثرت ہی کامیابی ہے؛ "سوف تعلمون" مستقبل کی طرف اشارہ ہے جس میں موت کا وقت بھی شامل ہے اور قیامت کا دن بھی۔ بعض مفسرین کے حوالے سے یہ تفسیر یہ نکتہ بھی پیش کرتی ہے کہ یہاں "تعلمون" موت کے وقت کے انکشاف سے اور دوسرا قیامت کے حساب سے متعلق ہو سکتا ہے، یعنی غفلت کا پردہ دو مرتبہ اٹھے گا: ایک بار موت پر، جب واپسی ممکن نہیں ہو گی، اور دوسری بار قیامت میں، جب فیصلہ ہو گا۔ تکرار کا یہ اسلوب قاری کو جھنجھوڑتا ہے کہ خبر بار بار اس لیے دی جا رہی ہے کہ اس کا انکار اب ممکن نہیں رہا؛ سمجھنے کی مہلت صرف دنیا کی زندگی تک ہے۔

علم الیقین اور عین الیقین

پانچویں تا ساتویں آیت کا مرکزی نکتہ یقین کے درجات کا بیان ہے: "کلا لو تعلمون علم الیقین، لترون الجحیم، ثم لترونھا عین الیقین"۔ تفسیر نمونہ میں اس مقام پر یقین کی اقسام کی باقاعدہ بحث ملتی ہے جو اس تفسیر کی علمی خصوصیت ہے۔ علم الیقین وہ یقین ہے جو دلیل و خبر سے حاصل ہو، جیسے دھویں کو دیکھ کر آگ کا یقین؛ عین الیقین وہ ہے جو آنکھ سے دیکھنے سے حاصل ہو، جیسے خود آگ کو دیکھ لینا؛ اور حق الیقین وہ ہے جو خود تجربے میں داخل ہو جانا ہے۔ آیت کا پیام یہ ہے کہ اگر تمہیں اسی دنیا میں علم الیقین حاصل ہو جائے تو تمہاری زندگیاں بدل جائیں، ورنہ کل جہنم کو عین الیقین سے دیکھنا پڑے گا، جب دیکھنا سود مند نہیں ہو گا۔ نمونہ اس نکتے کو عملی شکل دیتے ہوئے یہ بھی اجاگر کرتی ہے کہ قرآن کا مطالعہ، موت کی یاد اور اعمال کا محاسبہ وہ ذرائع ہیں جن سے دنیا میں علم الیقین کی منزل حاصل ہوتی ہے؛ گویا سورت غفلت کا علاج بھی بتا رہی ہے، صرف بیماری کی تشخیص نہیں کر رہی۔

نعمتوں کے بارے میں سوال

آخری آیت ”ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم“ پر تفسیر نمونہ کے اہم نکات یہ ہیں۔ پہلا یہ کہ ”نعیم“ سے مراد تمام نعمتیں ہیں: صحت، وقت، جوانی، علم، مال، اولاد، امن اور سب سے بڑھ کر ایمان و ہدایت کی نعمت؛ ان سب کے بارے میں سوال ہو گا کہ انہیں کہاں خرچ کیا۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ سوال اصل نعمت کے ملنے پر نہیں بلکہ اس کے استعمال پر ہو گا، اس لیے سورت کا مقصد نعمتوں سے کنارہ کشی نہیں بلکہ شکر اور درست استعمال ہے۔ تیسرا نکتہ تفسیر نمونہ کے عصری انداز کی نمائندگی کرتا ہے: آج کا انسان وسائل کی فراوانی کے باوجود بے چینی کا شکار ہے، کیونکہ اس نے مقدار کو معیار بنا لیا ہے؛ قرآن کا اعلان یہ ہے کہ انسان نعمت کو مقابلے کی چیز کے بجائے امانت سمجھے۔ یہ تفسیر اس مقام پر اسراف و تبذیر کی سماجی برائیوں پر بھی گفتگو کرتی ہے اور دولت کی نمائش کو معاشرتی فساد کی جڑ قرار دیتی ہے، جس سے سورت کا پیغام براہِ راست ہمارے زمانے سے جڑ جاتا ہے۔

جدول 1: سورۃ التکاثر کے نکات — تفسیر نمونہ کی روشنی میں خلاصہ

آیت	موضوع	نمایاں نکتہ
1	تکاثر کی مذمت	کثرت کی دوڑ غفلت ہے؛ مقابلہ و فخر انسان کو مقصد سے ہٹا دیتا ہے
2	قبروں تک غفلت	دوڑ موت تک جاری؛ قبر بھی محض ایک منزل ہے
3 تا 4	وعید کی تکرار	پردہ دوبارا اٹھے گا: موت پر اور حشر میں
5 تا 7	یقین کے درجات	علم الیقین دنیا میں حاصل کرو، ورنہ عین الیقین حشر میں ملے گا

سوال استعمال پر ہو گا؛ نعمت امانت ہے، مقابلے کی چیز نہیں	نعمتوں کا حساب	8

اختتام

اختتاماً کہا جا سکتا ہے کہ تفسیر نمونہ کی روشنی میں سورۃ التکاثر محض مال کی مذمت نہیں بلکہ انسان کی پوری نفسیات اور سماجی نظام کی اصلاح کا خاکہ ہے۔ اس تفسیر نے لفظ بہ لفظ وضاحت کے ساتھ یقین کے درجات جیسی علمی بحث اور اسراف و نمائش جیسی عصری سماجی تنقید کو یکجا کر کے دکھایا ہے کہ ایک چھوٹی سی مکی سورت آج کے مادہ پرست انسان کے لیے کس قدر متعلق ہے۔ طالب علم کے لیے اس مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ کامیابی کا پیمانہ کثرت نہیں بلکہ نعمت کا درست استعمال اور اللہ کی یاد ہے، اور جس دن یہ پیمانہ بدل جائے اسی دن تکاثر کی دوڑ ختم اور قناعت کی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ یہی اس سورت کا پیغام اور تفسیر نمونہ کی اس بحث کا حاصل ہے۔

سوال نمبر 3

سورۃ العصر کی تشریح تفسیر نعیمی، تفسیر ثنائی اور تفسیر مظہری کی روشنی میں کیجیے۔ (20)

تعارف

سورۃ العصر قرآن مجید کی 103 ویں سورت ہے، مکی ہے اور صرف تین آیات پر مشتمل ہے، مگر اپنے جامع مفہوم کی وجہ سے مفسرین کے ہاں غیر معمولی مقام رکھتی ہے۔ مشہور قول ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ سے منسوب کیا جاتا ہے کہ اگر لوگ صرف اسی سورت میں غور کریں تو یہ انہیں کافی ہو جائے، کیونکہ اس میں نجات کا پورا نظام سمو دیا گیا ہے۔ سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانے کی قسم کھا کر اعلان کیا گیا کہ انسان خسارے میں ہے، سوائے ان کے جو ایمان لائے، نیک عمل کیے، ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی۔ اس سوال میں اس سورت کی تشریح تین تفسیروں — تفسیر نعیمی، تفسیر ثنائی اور تفسیر مظہری — کی روشنی میں مطلوب ہے۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی

رحمہ اللہ کی مشہور اردو تفسیر ہے جس میں حنفی فقہ، اعتقادی وضاحتیں اور صوفیانہ نکات سلیس زبان میں بیان ہوئے ہیں۔ تفسیر ثنائی مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تفسیر ہے جس کا منہج قرآن و صحیح حدیث کی بنیاد پر عقیدے کی صفائی اور بدعات و رسوم کی تردید ہے۔ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی فارسی تفسیر ہے، جو مجددی صوفی رنگ، شریعت و طریقت کے امتزاج اور اخلاقی تربیت کے لیے معروف ہے۔ تینوں کا تقابل اس سوال کی روح ہے۔

والعصر: قسم کی تشریح تینوں تفسیروں میں

پہلی آیت "والعصر" میں عصر کے لفظ کی تشریح تینوں مفسرین نے اپنے اپنے زاویے سے کی ہے۔ عمومی مفہوم زمانہ و وقت ہے؛ وقت وہ واحد سرمایہ ہے جو ہر انسان کو برابر دیا گیا ہے اور جو گزر کر واپس نہیں آتا، اس لیے اس کی قسم کھا کر انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اس کا اصل سرمایہ ضائع ہو رہا ہے۔ تفسیر مظہری میں اس مقام پر باطنی اشارہ بھی ملتا ہے کہ عصر سے مراد عصرِ نبوت اور وہ زمانہ بھی ہو سکتا ہے جس میں حق واضح ہو چکا ہے، اور قاضی صاحب نے وقت کو نچوڑ (عصر بمعنی نچوڑنا) کے مفہوم سے یہ نکتہ لیا ہے کہ ہر گزرتا لمحہ انسان کی عمر کا رس نچوڑ رہا ہے۔ تفسیر ثنائی میں مولانا امرتسری نے اس قسم کو توحیدی تناظر میں رکھا ہے کہ زمانے کو برا کہنے یا دہر کو مؤثر سمجھنے کے جاہلی تصور کی تردید مقصود ہے؛ زمانہ خود کچھ نہیں کرتا، اصل اختیار اللہ کے پاس ہے، اور وقت کی قسم اس کی قدر کے لیے ہے نہ کہ اس کی عبادت کے لیے۔ تفسیر نعیمی میں مفتی احمد یار خان نے بھی زمانے کی قدر و قیمت اور مومن کے وقت کی حفاظت پر زور دیا ہے اور اسے اس حدیث کے مفہوم سے جوڑا ہے کہ صحت اور فراغت دو نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ دھوکے میں ہیں۔

ان الانسان لفی خسر: خسارے کی عمومی صورت

دوسری آیت "ان الانسان لفی خسر" (بے شک انسان خسارے میں ہے) کی تشریح میں تینوں تفسیریں متفق ہیں کہ یہ خسارہ آخری و دینی خسارہ ہے اور اس کا اطلاق پوری نسلِ انسانی پر ہے، کیونکہ اللہ نے "الانسان" کو جنس کے لیے استعمال کیا ہے۔ تفسیر مظہری اس خسارے کی تصویر کشی یوں کرتی ہے کہ انسان کا سرمایہ اس کی عمر ہے اور وہ برف کی طرح ہر لمحہ گھل رہا ہے؛ اگر اس سرمائے کو نفع بخش تجارت میں نہ لگایا جائے تو خسارہ یقینی ہے۔ تفسیر نعیمی میں خسارے کی صورتیں اخلاقی انداز میں گنوائی گئی ہیں: دین کا

نقصان، نیکیوں کی کمی اور برائیوں میں اضافہ سب خسارہ ہے، چاہے دنیاوی مال بڑھ رہا ہو۔ تفسیر ثنائی میں اس آیت کو ہر اس دعوے کی تردید کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو نجات کو نسل، گروہ یا صرف انتماء سے جوڑتا ہے؛ قرآن کے نزدیک نجات کا واحد راستہ اگلی آیت کی چار شرائط ہیں، اس کے سوا ہر بڑا و چھوٹا خسارے میں ہے۔ اس اتفاق کے ساتھ ہر مفسر کا لہجہ اس کے منہج کا عکس ہے: مظہری میں تربیتِ باطن، نعیمی میں اعتقادی و اخلاقی رہنمائی، اور ثنائی میں کتاب و سنت کی بنیاد پر واضح اصولی موقف۔

چار شرائط: ایمان، عملِ صالح، تواصی بالحق، تواصی بالصبر

تیسری آیت سورت کا عملی حاصل ہے: ”الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر“۔ تفسیر نعیمی میں ان شرائط کی ترتیب کو نجات کا مکمل نصاب قرار دیا گیا ہے: ایمان دل کی بنیاد، عملِ صالح اس بنیاد کی عمارت، تواصی بالحق اس کی حفاظت و تبلیغ، اور تواصی بالصبر اس راستے پر ثابت قدمی۔ مفتی صاحب کے یہاں عملِ صالح کی بحث میں فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حقوق العباد کی رعایت خاص طور پر شامل ہے اور ایمان کی بحث میں اہلِ سنت کے اعتقادی امتیازات واضح کیے گئے ہیں۔ تفسیر ثنائی میں ہر شرط کو قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے؛ خاص طور پر ”تواصوا بالحق“ کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بنیاد قرار دے کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ دین صرف انفرادی نجات کا منصوبہ نہیں، ایک دوسرے کو حق کی دعوت دینا نجات کی شرط ہے، اور اس بحث میں مولانا امرتسری نے فرقہ واریت کے بجائے کتاب و سنت کی طرف رجوع کی دعوت دی ہے۔ تفسیر مظہری میں صبر کو خصوصی وسعت ملی ہے: قاضی صاحب نے صبر کی قسمیں (طاعت پر صبر، گناہ سے صبر، مصیبت پر صبر) بیان کر کے دکھایا ہے کہ سورت کا آخری لفظ درحقیقت پہلی تینوں شرائط کی نگہبانی کرتا ہے، کیونکہ ایمان، عمل اور دعوت تینوں صبر کے بغیر برقرار نہیں رہتے۔ صوفیانہ انداز میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حق کی وصیت پہلے خود اپنے نفس کو کرنی پڑتی ہے۔

جدول 1: تین تفسیروں کا تقابلی خلاصہ

پہلو	تفسیر نعیمی	تفسیر ثنائی	تفسیر مظہری
مفسر	مفتی احمد یار خان نعیمی	مولانا ثناء اللہ امرتسری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی

فارسی، کلاسیکی (بارہویں صدی ہجری)	اردو، معاصر	اردو، معاصر	زبان / دور
تصوف وتربیتِ باطن، صبر کی وسعت	قرآن وصحیح حدیث سے استدلال، ردِ بدعات	فقہی واعتقادی رہنمائی، سلیس اسلوب	امتیازی رنگ
عمر کے رس نچوڑنے کا باطنی اشارہ	دہر پرستی کی تردید، تسلیدی وضاحت	وقت کی قدر وحفاظت	والعصر کی بحث
صبر کی اقسام اور نفس کی تربیت	تواصی بالحق بطور دعوتِ کتاب وسنت	نجات کا مکمل نصاب، حقوق العباد پر زور	چار شرائط
خسارے سے نکلنے کا روحانی واخلاقی نظام	نجات کا معیار صرف کتاب وسنت کی شرائط	عقیدہ، عمل واخلاق کی جامع رہنمائی	مجموعی پیغام

تقابلی حاصل

تینوں تفسیروں کے تقابل سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ سورت کے بنیادی مفہوم پر سب متفق ہیں: خسارہ عمومی ہے اور نجات ان چار شرائط کے مجموعے سے ہے، کسی ایک شرط سے نہیں؛ نہ صرف ایمان کافی ہے، نہ صرف عمل، نہ صرف دعوت، نہ صرف صبر۔ دوسری یہ کہ ہر مفسر نے اپنے زمانے اور قارئین کی ضرورت کے مطابق کسی پہلو کو زیادہ کھولا ہے: قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے باطن کی اصلاح اور صبر کو، مولانا امرتسری نے عقیدے کی بنیادوں کی صفائی اور دعوتِ حق کو، اور مفتی احمد یار خان نے عام قاری کے لیے عقیدہ، فقہ اور اخلاق کی جامع وسہل رہنمائی کو۔ یہ تنوع قرآن کی وسعت کی دلیل ہے، اختلاف کی نہیں۔ طالب علم جب تینوں کو ساتھ پڑھتا ہے تو اسے ایک ہی سورت سے کلاسیکی تصوف، جدید سلفی منہج اور حنفی اعتقادی روایت تینوں کے نمائندہ رنگ نظر آتے ہیں، اور یہی تقابلی مطالعے کا اصل مقصد ہے۔

اختتام

اختتاماً کہا جا سکتا ہے کہ سورۃ العصر کی تشریح تفسیر نعیمی، تفسیر ثنائی اور تفسیر مظہری کی روشنی میں ایک مکمل نظامِ نجات پیش کرتی ہے: وقت سرمایہ ہے، اسے ایمان سے بنیاد، نیک عمل سے عمارت، حق کی دعوت سے وسعت اور صبر سے پائیداری دی جائے تو خسارہ نفع میں بدل جاتا ہے۔ مظہری تربیتِ نفس، ثنائی صفائیِ عقیدہ اور نعیمی جامع رہنمائی کی آواز بنتی ہے اور تینوں مل کر اس چھوٹی سی سورت کو زندگی بھر کا نصاب بناتے ہیں۔ اس مطالعے کا آخری سبق یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں ملاقات کے اختتام پر اس سورت کو پڑھنا محض رسم نہیں تھا بلکہ اسی نظام کی باہمی یاددہانی تھی جس کا ذکر اس سورت میں "تواصوا" کے لفظ میں آیا ہے۔

سوال نمبر 4

سورۃ قریش سے تدبر قرآن اور ضیاء القرآن میں کیا نکات اخذ کیے گئے ہیں؟ (20)

تعارف

سورۃ قریش قرآن مجید کی 106 ویں سورت ہے، مکی ہے اور اس کی چار آیات ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے قبیلہ قریش کو اپنی دو عظیم نعمتوں کی یاد دلائی ہے: سردیوں اور گرمیوں کے تجارتی سفروں سے الفت و آسانی، اور بیت اللہ کی برکت سے خوراک اور امن کی فراہمی؛ پھر حکم دیا کہ اسی نعمت کے شکر میں وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ اس سوال میں مطلوب ہے کہ اس سورت سے تفسیر تدبر قرآن (امین احسن اصلاحی) اور تفسیر ضیاء القرآن (پیر محمد کرم شاہ الازہری) میں اخذ کیے گئے نکات پیش کیے جائیں۔ دونوں تفسیریں منہج میں مختلف ہیں: تدبر قرآن نظمِ قرآن کی بنیاد پر سورتوں کے باہمی ربط اور مرکزی مضمون کی تعیین کو مقدم رکھتی ہے، جبکہ ضیاء القرآن روایات، سیرت اور اخلاقی نتائج کو سادہ و متوازن اسلوب میں پیش کرتی ہے۔ اس لیے دونوں کے نکات کا جائزہ خود ایک مفید تقابلی مطالعہ بن جاتا ہے۔ یہاں پیش کیے گئے نکات دونوں تفسیروں کے معروف مناہج اور اس سورت پر ان کے عمومی مباحث کا اپنے الفاظ میں خلاصہ ہیں۔

تدبر قرآن کے نکات: نظم اور سورۃ الفیل سے ربط

تدبر قرآن کا پہلا اور سب سے امتیازی نکتہ اس سورت کا سورۃ الفیل کے ساتھ ربط ہے۔ اصلاحی صاحب کے نظام میں سورتیں جوڑوں کی صورت میں آئی ہیں؛ سورۃ الفیل میں اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت کے لیے ابرہہ کے لشکر کو نیست و نابود کرنے کا واقعہ بیان کیا، اور سورۃ قریش میں اسی حفاظت کا وہ پھل دکھایا گیا جو قریش کو ملا: بیت اللہ کی حرمت کی وجہ سے تمام عرب میں قریش کا احترام قائم ہوا، ان کے قافلے راستوں پر محفوظ رہے اور مکہ حرم کی وجہ سے امن کا مرکز بن گیا۔ اس ربط کی روشنی میں "لایلاف قریش" کی لام کو سورۃ الفیل کے مضمون سے متعلق سمجھا جاتا ہے، گویا فرمایا گیا کہ ہم نے ابرہہ والوں کو اس لیے ہلاک کیا تاکہ قریش کی الفت اور ان کے سفروں کا نظام قائم رہے۔

دوسرا نکتہ "ایلاف" کے لفظ کی بحث ہے؛ ایلاف کے معنی مانوس ہونا، الفت ہونا اور معاہدہ و امان حاصل ہونا ہیں۔ تدبر کے مطابق اس میں دونوں مفاہیم جمع ہیں: قریش کو راستوں اور ممالک سے الفت بھی ملی اور بادشاہوں و قبائل سے امان کے معاہدے بھی، اور یہ سارا نظام بیت اللہ کی خدمت کی برکت تھا۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ سفر شتاء و صیف (سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کے تجارتی سفر) کو اصلاحی صاحب نے قریش کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیا ہے، اور اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ یہ نظام رسول اللہ ﷺ کے جدِ امجد ہاشم کی تدبیر سے منسوب مشہور تاریخی روایت سے جڑتا ہے، تاہم سورت کا مقصد تاریخ بیان کرنا نہیں بلکہ نعمت کو اس کے منعم تک پہنچانا ہے۔

تدبر قرآن کا چوتھا نکتہ یہ ہے کہ "فلیعبدوا رب ھذا البیت" میں عبادت کو نعمت کا منطقی نتیجہ قرار دیا گیا ہے؛ لفظ "ف" نتیجے کے لیے آتا ہے، گویا جب رب نے اتنی نعمتیں دیں تو اس کا حق یہ ہے کہ عبادت اسی کی ہو۔ اصلاحی صاحب اس انداز کو قرآن کے عمومی اسلوب سے جوڑتے ہیں کہ قرآن نعمتوں کی فہرست کے بعد ہمیشہ شکر و عبادت کا مطالبہ کرتا ہے، اور شرک کو ناشکری کی بدترین صورت قرار دیتا ہے۔ پانچواں نکتہ "الذی اطعمھم من جوع وآمنھم من خوف" کی تشریح میں ہے؛ تدبر کے مطابق بھوک سے کھانا اور خوف سے امن انسانی زندگی کی دو بنیادی ضرورتیں ہیں اور مکہ جیسی بنجر وادی میں ان دونوں کا میسر آنا صرف بیت اللہ کی برکت سے تھا، کیونکہ یہاں خود کچھ اگتا نہ تھا مگر "یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیء" کے مصداق ہر چیز یہاں کھچی چلی آتی تھی۔ یوں تدبر قرآن کے نکات کا محور یہ بنتا ہے: نعمت حادثہ نہیں، اس کے پیچھے ایک ربانی نظام ہے، اور اس نظام کی پہچان ہی عبادت کی بنیاد ہے۔

ضیاءالقرآن کے نکات: سیرت، تاریخ اور شکر کا عملی پیغام

ضیاءالقرآن میں پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس سورت کے نکات سیرت و تاریخ کے پس منظر کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ ایلاف سے مراد وہ امن و الفت ہے جو حضرت ہاشم کی سفارتی تدابیر — مختلف بادشاہوں اور قبائل سے قافلوں کی حفاظت کے معاہدے — سے قریش کو حاصل ہوئی، اور اللہ نے اس سبب کو بھی اپنی نعمت قرار دے کر اس طرف اشارہ کیا کہ اسباب کے پیچھے مسبب الاسباب ہوتا ہے۔ دوسرا نکتہ سفر شتاء و صیف کی تفصیل ہے: سردیوں میں گرم علاقے یمن کی طرف اور گرمیوں میں معتدل علاقے شام کی طرف سفر کا یہ نظام قریش کی خوشحالی کا ذریعہ تھا، اور ضیاءالقرآن میں اسے اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آباء کی یہ خدمات درحقیقت آپ کی بعثت کی تمہید تھیں۔ تیسرا نکتہ بیت اللہ کی برکت کا ہے: پیر صاحب نے اس سورت کو بیت اللہ کے فضائل کا خلاصہ قرار دیا ہے کہ اس گھر کی وجہ سے مکہ کو خوراک ملی اور امن ملا، اس لیے عبادت کا رخ اسی گھر کے رب کی طرف ہونا چاہیے، اور اس میں توحید کا واضح اعلان ہے کہ عبادت گھر کی نہیں، گھر کے رب کی ہے۔ چوتھا نکتہ اخلاقی ہے: نعمت کا تقاضا شکر ہے اور شکر کی حقیقی صورت اطاعت ہے؛ جو قوم نعمتیں پاکر منعم کو بھول جائے وہ سورۃ سبا کے انجام زدہ طبقے بن جاتی ہے۔ پانچواں نکتہ یہ ہے کہ اس سورت میں ہر صاحبِ نعمت کے لیے اصول رکھ دیا گیا ہے کہ روٹی اور امن سب سے بڑی دو نعمتیں ہیں، اور ان پر شکر دراصل پورے دین کی بنیاد ہے۔

جدول 1: تدبر قرآن اور ضیاءالقرآن کے نکات کا تقابل

ضیاءالقرآن کا نکتہ	تدبر قرآن کا نکتہ	موضوع
تسلسلِ نعمت: سیرتی پس منظر کے ساتھ مفہوم	سورۃ الفیل کی جوڑی؛ لام کو اسی واقعے سے متعلق	سورت کا ربط
ہاشم کی تدابیر بطور سبب، مسبب اللہ	الفت و امانِ معاہدات دونوں مفاہیم جمع	ایلاف
یمن و شام کے سفروں کی تاریخی تفصیل	معیشت کی ریڑھ؛ مقصد منعم شناسی	سفر شتاء و صیف
عبادت رب البیت کی؛ توحید کا اعلان	نعمت کا منطقی نتیجہ عبادت؛ شرک ناشکری	فلیعبدوا

روٹی وامن بنیادی نعمتیں؛ شکر اطاعت سے	بنجر وادی میں بیت اللہ کی برکت کا نظام	کھانا وامن

تقابلی حاصل

دونوں تفسیروں کے نکات میں کامل ہم آہنگی ہے مگر زاویے مختلف ہیں۔ تدبر قرآن اس سورت کو ایک "نظام" کے طور پر پڑھتی ہے: الفیل کا واقعہ، ایلاف کا قیام، قافلوں کی سلامتی، بیت اللہ کی مرکزیت اور عبادت کا مطالبہ — یہ سب ایک سلسلے کی کڑیاں ہیں اور اس سلسلے کو نظم کلام کہا جاتا ہے۔ ضیاء القرآن اسی مضمون کو "سیرت و شکر" کے رنگ میں پیش کرتی ہے: ہاشم کی تدبیر، قریش کی معیشت، بیت اللہ کی برکت اور شکر گزاری کا تعلق۔ بحث اس کا محور ہے۔ ایک مفسر کا سوال ہے کہ یہ سورت پچھلی سورت سے کیسے جڑی ہے، دوسرے کا سوال ہے کہ اس سورت نے اپنے پہلے مخاطبوں کی تاریخ میں کیا کردار ادا کیا اور آج کے قاری کو کیا سکھاتی ہے۔ دونوں زاویے مل کر سورت کی تصویر مکمل کرتے ہیں: نظم سے اس کی ساخت سمجھ میں آتی ہے اور سیرت و اخلاق سے اس کی گرمی و تپش دل میں اترتی ہے۔ یہی اس لوس کے تقابلی مطالعے کا مقصد ہے۔

اختتام

اختتاماً کہا جا سکتا ہے کہ سورۃ قریش سے تدبر قرآن نے نظم و ربط کے نکات اخذ کیے — خاص طور پر سورۃ الفیل سے اتصال، ایلاف کے جامع مفہوم اور عبادت کو نعمت کا نتیجہ قرار دینا — جبکہ ضیاء القرآن نے سیرت و تاریخ کی روشنی میں ایلاف کے اسباب، سفروں کی تفصیل، بیت اللہ کی برکت اور شکر کے عملی تقاضے اجاگر کیے۔ دونوں کا مشترکہ حاصل یہ اصول ہے کہ انسان کی روٹی اور اس کا امن خالص اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان کا حق یہ ہے کہ بندہ اسی رب کی عبادت کرے جس کے گھر کی برکت سے یہ سب میسر آیا۔ طالب علم کے لیے یہ مطالعہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ نعمتوں کو اسباب کی طرف نسبت کرنا اور پھر اسباب سے آگے بڑھ کر منعم کو پہچاننا ہی قرآن کی مطلوبہ سوچ ہے۔

سوال نمبر 5

سورۃ الماعون کی تفسیر معارف القرآن اور تبیان القرآن کی روشنی میں کیجیے۔ (20)

تعارف

سورۃ الماعون قرآن مجید کی 107 ویں سورت ہے اور اس کی سات آیات ہیں۔ اس کے نزول کے بارے میں مشہور اقوال یہ ہیں کہ یہ مکی ہے، اور بعض مفسرین نے اس کے پہلے حصے کو مکی اور نماز میں سستی و ریا سے متعلق دوسرے حصے کو مدنی قرار دیا ہے، کیونکہ منافقین کا ظہور مدینہ میں ہوا تھا۔ سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ آخرت کو جھٹلانے کا عملی نتیجہ یتیم و مسکین سے بے رحمی اور عبادت میں دکھاوے، کوتاہی، اخلاق اور عبادت تینوں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ اس سوال میں اس سورت کی تفسیر دو مشہور اردو تفسیروں کی روشنی میں مطلوب ہے۔ معارف القرآن مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی آٹھ جلدوں پر مشتمل تفسیر ہے جس کی پہچان خلاصۂ تفسیر (تھانوی) کی بنیاد پر فقہی احکام، مسائل کا استخراج اور سلاست و جامعیت ہے۔ تبیان القرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ کی مفصل تفسیر ہے جس میں احادیث و آثار کی کثرت، فقہی دلائل اور اہلِ سنت کے اعتقادی مباحث خاص اہتمام سے پیش کیے گئے ہیں۔ دونوں کا اسلوب ایک دوسرے سے قریب بھی ہے اور مختلف بھی، اس لیے تقابل دلچسپ اور تعلیمی ہو گا۔

ارایت الذی یکذب بالدین: سورت کا افتتاح

پہلی آیت "ارایت الذی یکذب بالدین" (کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو جزا کو جھٹلاتا ہے؟) کا استفہامی انداز قاری کو ایک کردار کی تلاش میں لگاتا ہے۔ معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ یہاں "دین" سے مراد جزا و حساب کا دن ہے اور تکذیب سے مراد صرف زبانی انکار نہیں بلکہ وہ عملی روش ہے جس میں حساب کا خوف باقی نہ رہے؛ اس لیے اگلی آیات میں اس "جھٹلانے والے" کی پہچان اس کے اعمال سے کرائی گئی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن عقیدے کا ثبوت عمل سے طلب کرتا ہے۔ تبیان القرآن میں علامہ سعیدی نے اس مقام پر احادیث و آثار کی روشنی میں یہ بحث شامل کی ہے کہ ایمان صرف دعوؤں کا نام نہیں اور جو شخص آخرت کے یقین کے باوجود یتیم و مسکین پر ظلم کرے اس کا عمل اس کے دعوے کی تکذیب کر رہا ہوتا ہے۔ دونوں تفاسیر اس افتتاح کو سورت کی کلید قرار دیتی ہیں: آگے بیان ہونے والا ہر جرم درحقیقت اسی تکذیب کی علامت ہے۔

یتیم کی دھتکار اور مسکین کے کھانے کی ترغیب نہ دینا

دوسری و تیسری آیت میں جھٹلانے والے کی دو سماجی علامتیں بیان ہوئی ہیں: "فذالک الذی یدع الیتیم، ولا یحض علی طعام المسکین"، یعنی وہی ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتا۔ معارف القرآن میں "یدع" کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس کے معنی سختی سے دھکیلنا اور حقارت سے پیش آنا ہیں؛ اور اس مقام پر یہ فقہی و اخلاقی نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں یتیم کے مال و حق کی حفاظت اجتماعی ذمہ داری ہے اور یتیم کے مال کو ناحق کھانا قرآن میں آگ کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ "ولا یحض" پر معارف کا خاص نکتہ یہ ہے کہ خود کھلانا تو دور، ترغیب نہ دینا بھی جرم میں شامل ہے، یعنی نیکی کی دعوت سے گریز بھی اس کردار کی علامت ہے، جس سے معلوم ہوا کہ خاموش تماشائی بننا بھی ایک درجے کی مجرمانہ بے حسی ہے۔ تبیان القرآن میں اس مقام پر کھانا کھلانے کی فضیلت پر متعدد روایات جمع کی گئی ہیں اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ قرآن نے نماز کے ساتھ ساتھ پورے معاشرتی نظام میں اطعام کو عبادت کا درجہ دیا ہے، تاکہ ہر طبقہ اپنی دولت کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھے۔

نماز میں سستی اور ریا

چوتھی و پانچویں آیت میں کردار کا رخ عبادت کی طرف مڑتا ہے: "فویل للمصلین، الذین ھم عن صلاتھم ساھون"۔ معارف القرآن میں اس مقام پر نہایت اہم لفظی و فقہی وضاحت موجود ہے کہ قرآن نے "عن صلاتھم" کہا ہے، "فی صلاتھم" نہیں؛ "عن" کے ساتھ سہو سے مراد نماز کو اس کے وقت سے ٹالنا، بے رغبتی سے پڑھنا اور کبھی پڑھنا کبھی چھوڑ دینا ہے، جبکہ نماز کے اندر پیش آنے والا انسانی وسوسہ و غفلت اس وعید کا مصداق نہیں، کیونکہ اس سے اللہ نے مؤمنین کو معاف رکھا ہے۔ اس وضاحت سے ایک بڑے وہم کا ازالہ ہوتا ہے جو عام قارئین کو ہوتا ہے۔ اسی طرح اس مقام پر نماز کی محافظت کے فقہی مسائل بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ تبیان القرآن میں اس آیت کے تحت منافقین کی نماز کی علامات پر روایات لائی گئی ہیں کہ وہ نماز کو بوجھ سمجھ کر اٹھتے ہیں اور لوگوں کو دکھانے کے لیے ادا کرتے ہیں، اور "الذین ھم یرائون" کی تشریح میں ریا کو شرکِ خفی کے مفہوم سے واضح کیا گیا ہے کہ عبادت میں اللہ کے سوا کی رضا شامل کرنا اس عمل کی روح ختم کر دیتا ہے۔ دونوں تفاسیر کا مشترکہ حاصل یہ ہے کہ ماعون والی وعید کا تعلق نماز کی حقیقت ضائع کرنے سے ہے، اس کے ظاہری قیام سے نہیں۔

ماعون کی ممانعت: چھوٹی چیز کا بڑا مفہوم

آخری آیت "ویمنعون الماعون" میں "ماعون" وہ روزمرہ ضرورت کی چیزیں ہیں جو پڑوسی آپس میں مانگتے رہتے ہیں، جیسے ہنڈیا، بالٹی، کلہاڑی اور سوئی وغیرہ، اور بعض مفسرین نے اس میں زکاۃ کو بھی شامل کیا ہے، کیونکہ زکاۃ مال کا وہ تھوڑا سا حصہ ہے جو دینا فرض ہے۔ معارف القرآن میں اس نکتے کو اجاگر کیا گیا ہے کہ سورت کا اختتام سب سے چھوٹی خیر سے ہوا ہے تاکہ معلوم ہو کہ جو شخص چھوٹی سی چیز بھی تکبر کے بغیر نہیں دے سکتا، اس کے دل میں خیر کا چشمہ خشک ہو چکا ہے؛ سورت کا درجہ بندی کا حسن دیکھیے کہ آغاز یتیم کے حق سے، درمیان نماز سے اور انجام عام برتن بھانڈے کی ممانعت سے ہوا، یعنی چھوٹی چھوٹی بے حسیوں تک کا حساب ہے۔ تبیان القرآن میں اس مقام پر حقوق العباد کی بحث کو وسعت دی گئی ہے اور روایات کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ پڑوسی کے معمولی حقوق کی رعایت بھی ایمان کا حصہ ہے۔ اس تقابل سے یہ اصول نکلتا ہے کہ شریعت میں کوئی خیر چھوٹی نہیں اور کوئی بے اعتنائی بے حساب نہیں۔

جدول 1: معارف القرآن اور تبیان القرآن کا تقابلی خلاصہ

پہلو	معارف القرآن	تبیان القرآن
مفسر	مفتی محمد شفیع	علامہ غلام رسول سعیدی
امتیاز	فقہی احکام و مسائل کا استخراج، جامع خلاصہ	احادیث و آثار کی کثرت، اعتقادی و فقہی دلائل
عن صلاتھم ساھون	عن وفی کا لفظی فرق اور فقہی وضاحت	منافقین کی نماز پر روایات؛ ریا بطور شرکِ خفی
یدع الیتیم	یتیم کے حقوق کی فقہی و اخلاقی حفاظت	اطعام کی فضیلت پر روایات کا مجموعہ
الماعون	چھوٹی خیر کی ممانعت میں بڑا اصول	حقوق العباد و پڑوسی کے حقوق کی وسعت
مجموعی لہجہ	مسائل و احکام کی عملی رہنمائی	دلائل و روایات سے مزین مفصل بحث

اختتام

اختتاماً یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورۃ الماعون کی تفسیر معارف القرآن اور تبیان القرآن کی روشنی میں ایک ہی حقیقت کو دو تکمیلی زاویوں سے دکھاتی ہے۔ معارف القرآن نے اس سورت سے فقہ و عمل کے اصول نکالے: عقیدے کا ثبوت، نماز کی حفاظت اس کے وقت و اخلاص سے، اور چھوٹی سے چھوٹی خیر کی بھی قدر۔ تبیان القرآن نے روایات و دلائل کی فراوانی سے اسی مفہوم کو مستحکم کیا اور ریا و حقوق العباد کے مباحث کو وسعت دی۔ دونوں کا مشترکہ پیغام نہایت واضح ہے: جو اللہ کے حق (نماز) میں کوتاہی اور بندوں کے حق میں بے حسی جمع کر لے، وہ زبانی ایمان کے باوجود تکذیبِ دین کے کردار کا حامل ہے؛ اور نجات اس میں ہے کہ عبادت بے ریا ہو اور خدمتِ خلق معمولی سے معمولی سطح تک جاری رہے۔ طالب علم کے لیے یہ جواب اس لحاظ سے بھی مفید ہے کہ اسے دو ہم عصر اردو تفاسیر کے مناہج کا عملی تقابل ایک ہی سورت پر نظر آ جاتا ہے۔